© rasailojaraid.com

3

میری تمام سرگزشت............

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

[شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ اس وقت برصغیر کے سب سے بڑے جلیل القدر استادِ حدیث ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کا صرف صحیح بخاری شریف پڑھانے کا عرصہ نصف صدی پر مشتمل ہے ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے شیخ الحدیث آپ کے تلامذہ کے حلقے میں شامل ہیں، حضرت نے اپنی سوانح زندگی املا کرانا شروع کی ہے جسے جامعہ فاروقیہ کے فاضل اور تخصص فی الفقہ کے طالب علم مولوی شمس الحق کشمیری ضبط کر رہے ہیں، اب تک دو ڈھائی سو صفحات ہو چکے ہیں اور یوں خود حضرت کی زبان سے ان کی زندگی کی سرگزشت مرتب ہو رہی ہے، اس سرگزشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت نے بغیر تصنع و تکلف کے زندگی کے واقعات کو ہو بہو بیان کر دیا ہے، بڑے لوگوں کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں عموماً ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے طبعی زندگی سے ماوراء منفرد دکھائے جانے لگتے ہیں، سوانح نگار غالباً عقیدت کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والا قاری ان کو فطری تقاضوں، طبعی زندگی کی الجھنوں اور گردش لیل و نہار کی ہمہ گیر جکڑ بندیوں سے آزاد دیکھ کر یہ تاثر لے لیتا ہے کہ جو جھمیلے والی زندگی میں گزار رہا ہوں اس میں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا ممکن نہیں، وہ ان کی سوانح کو قابل رشک تو سمجھ لیتا ہے، قابل تقلید نہیں............ لیکن حضرت نے اپنی اس آپ بیتی میں طبعی زندگی کے واقعات کو بغیر کسی آمیزش کے ذکر کر دیا ہے، ابتدائی تعلیم و تربیت کی تفصیلات کے ساتھ بچپن کی شوخیوں اور دلچسپیوں پر مشتمل یہ تیسری قسط نذر قارئین ہے، امید ہے کہ اسے ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا۔ سوانح یا آپ بیتی کا فی الحال یہ نام اس ناکارہ نے علامہ اقبال کے اس مشہور شعر سے اخذ کیا ہے ؎

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ   میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(مدیر)]

عربی تعلیم دلانے کا مقصد: لوہاری میں ہماری تعلیم پرائمری اور فارسی تک ہوئی تھی، اس سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں جلال آباد کے عربی مدرسے "مفتاح العلوم" میں داخل کیا گیا، یہاں اس لئے داخل کیا گیا تھا کہ پہلے زمانے میں جب کوئی طبیب اور حکیم بننا چاہتا تھا تو اس کو طب کی تعلیم عربی کی کتابوں (قانونچہ، نفیسی، شرح اسباب، وغیرہ) کے ذریعے سے دی جاتی تھی جو عربی میں طب کا نصاب تھا اور ہمارے والد صاحب کا ارادہ چونکہ ہمیں طبیب بنانے کا تھا تو اس بناء پر ہمیں وہاں داخل کیا گیا، ہمارے خاندان میں پہلے سے یہی ہو رہا تھا کہ پہلے عربی پڑھتے تھے، اور اس کے بعد طب پڑھتے تھے، ہمارے تایا ابا حکیم عبدالکریم خان صاحب اور ان کے بیٹے حکیم عبدالحلیم خان صاحب نے بھی پہلے عربی پڑھی تھی اور اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد طب، تو ہمارے والد صاحب کی بھی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ ہمیں جلال آباد "مفتاح العلوم" میں داخل کیا گیا۔

خاندانی پیشہ: ہمارے خاندان میں ددھیال کے اندر طب کو معاش کا ذریعہ بنایا جاتا تھا (اور اس زمانے میں طب کا علم عربی زبان میں پڑھایا جاتا تھا) اس لئے سب لوگ طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ عالم بھی ہوتے تھے، دادا عبدالحمید خان، پردادا عبدالمجید خان یہ سب لوگ طبیب تھے، ہمارے تایا عبدالکریم خان بھی طبیب تھے اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ہم سبق رہ چکے تھے، انہوں نے تھانہ بھون، پانی پت، دلی اور دیوبند میں رہ کر درس نظامی پڑھا تھا، اور طب لکھنو میں، لیکن ان کا پورا انہماک طب میں تھا اور دینی تعلیم کے اثرات بظاہر نظر نہیں آتے تھے، ان کے دونوں صاحبزادگان دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، اس کے بعد انہوں نے طب پڑھی، ان کا بھی یہی حال تھا۔ ہمارے والد صاحب معمولی اردو اور ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کے علاوہ کچھ نہ پڑھ پائے، چونکہ بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔

ہمارے نانا میاں: ہمارے نانا حکیم مولانا عنایت اللہ خان جید عالم بھی تھے اور ماہر طبیب بھی۔ اسلام نگر ضلع سہارنپور میں چھوٹا سا قصبہ ہے، وہاں کے رہنے والے تھے اور چھوٹے سے زمیندار تھے۔ ان کی بیوی اور تین چار بچوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا تو ان کا دل زمینداری سے اچاٹ ہو گیا اور یہ مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی "کنز الدقائق" کے مترجم کے یہاں نانوتہ آ گئے۔

مولانا محمد احسن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ شروع ہی میں طالب علموں کے حالات کا جائزہ لے کر کچھ طلباء کو واپس کر دیتے تھے اور کچھ طلباء کو پڑھنے کے لئے اپنے پاس رکھ لیتے تھے، ہمارے نانا نے اول سے لے کر آخر تک نانوتہ ہی میں تعلیم حاصل کی اور نہایت اعلیٰ درجے کی قابلیت پیدا کی۔ معقولات میں وہ کامل دستگاہ رکھتے تھے اور عربی ادبیات پر بھی ان کو زبردست عبور تھا اور تحریر اس قدر عمدہ تھی کہ اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، انہوں نے قصیدہ "بانت سعاد" پر تضمین لکھی ہے، اور قصیدہ "بانت رشاد" تحریر فرمایا ہے جو مطبوعہ شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور عربی ہی میں اس کی شرح بھی لکھی، نظم اور نثر دونوں کی زبان فصیح اور معیاری ہے، "الفاروق" عربی میں ہم اس کو شائع کر چکے ہیں، قصیدہ کا تعلق "وحدۃ الشہود" کے مسئلے سے ہے۔

ماموں یحییٰ خان: ہمارے نانا نے ہمارے بڑے ماموں محمد یحییٰ خان کو خود از اول تا آخر درس نظامی پڑھایا، اور مولوی فاضل کا امتحان دلوایا، بعد میں ماموں جان نے انگریزی پڑھی اور حیدرآباد دکن میں اپنی پوری زندگی سرکاری ملازمت میں گزاری، مگر اس کے باوجود ان کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ وہ بات بات میں قرآن کریم کی آیات اپنے مدعیٰ کی تائید میں پڑھا کرتے تھے۔ نانا میاں کے مزاج میں چونکہ سختی غالب تھی، اس لئے ماموں جان نے مولوی فاضل کا امتحان دینے کے بعد گھر سے راہِ فرار اختیار کی اور وہ لاہور آ گئے اور وہاں انگریزی پڑھی۔ نانا کی سختی کے ردعمل میں انہوں نے زندگی آزادرہ کر گزاری اور اپنی اولاد کے ساتھ انتہائی شفقت، نرمی کا برتاؤ اختیار کیا، سب کو اعلیٰ تعلیم دلوائی، خود حالانکہ صوم و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلوۃ کے پابند تھے، ظلم، تعدی اور رشوت کے پاس تک نہیں پھٹکتے تھے۔ مگر اولاد شریعت کی قید سے بالکل آزاد رہی، یہاں تک کہ عقائد تک تباہ و برباد ہو گئے۔ نانا میاں نے اپنے ایک بیٹے ایوب علی خان کو حافظ بھی بنایا، وہ پختہ حافظ تھے، صوم و صلوۃ کے پابند تھے، لیکن داڑھی ان کی بھی نہیں تھی، ایک بیٹے یوسف علی خان صاحب کو مصر بھیج کر ''جامعہ ازہر'' میں تعلیم دلوائی اور ایک ماموں محمد سلیمان خان نے دنیاوی تعلیم حاصل کی۔

نانا میاں کا گزر اوقات: نانا میاں طبیب بھی تھے، یہ معلوم نہیں کہ طب انہوں نے مولانا محمد احسن سے پڑھی تھی یا کہیں اور البتہ مشغلہ ان کا طبابت ہی تھا اور قیام عموماً حیدر آباد دکن میں رہتا تھا، ایک بیوی تو پہلے ہی انتقال کر گئی تھیں، دوسری شادی انہوں نے ہماری نانی سے کی تھی جو بیوہ تھیں اور ان سے ان کے دو بیٹے محمد یحییٰ خان اور ایوب علی خان اور پانچ بیٹیاں تھیں، ہماری والدہ تیسرے نمبر پر تھیں، ان سب کا قیام لوہاری میں رہتا تھا، حضرت کو شادیوں کا شوق تھا، ایک شادی انہوں نے حیدر آباد سے کی تھی جس سے یوسف علی خان اور محمد سلیمان خان پیدا ہوئے اور حیدر آباد ہی میں ایک شادی مدراسی خاتون سے کی تھی، انتقال کے وقت ان کا قیام اسی مدراسی خاتون کے یہاں تھا اور ان ہی کے ہاں انتقال ہوا۔

علمی ذخیرے کا ضیاع: نانا میاں کا سارا علمی ذخیرہ بھی وہیں موجود تھا، لیکن حیدر آباد میں جو ان کے صاحبزادگان تھے انہیں اس کی کوئی قدر نہ تھی اس لئے وہ سب ضائع ہو گیا، میری ولادت ان کے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی اس لئے ہم لوگ ان کے علمی اثاثے سے محروم رہے، البتہ لوہاری میں ایک نسخہ ''صدرا'' کا ایک ''خیالی'' کا ایک ''بانت رشاذ'' کا اور ایک رسالہ ''الحکیم'' کے نام سے اردو کا ہم کو دیکھنے کے لئے ملا، ان کتابوں میں کہیں کہیں ان کی تحریر پر بھی نظر پڑی، یہ بالکل معلوم نہیں ہو سکا کہ ''حدیث''، ''تفسیر'' اور ''فقہ'' کے علم سے ان کا تعلق کس درجے کا تھا۔ میری ولادت کے موقع پر نانا میاں لوہاری ہی میں تھے، شاعر تو تھے ہی، اردو، فارسی، عربی میں شعر کہتے تھے۔ حیدر آباد سے ہماری والدہ اور بڑی خالہ کو منظوم خط لکھا کرتے تھے، ہماری والدہ کبھی کبھی ان کے خطوط کے اشعار رات میں مزے لے لے کر ہمیں سنایا کرتی تھیں، ہماری ولادت پر فرمایا ؎

رہیں زندہ سلیم الدین چشتی حسین و نازنیں صورت بہشتی

نانا میاں حضرت حکیم الامت کی نظر میں: نانا میاں کے قیامِ لوہاری کے زمانے میں اگر کوئی لوہاری سے مسئلہ پوچھنے کے لئے تھانہ بھون آتا تو حضرت فرماتے کہ وہاں مولانا عنایت اللہ خان صاحب موجود ہیں، پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ نانا میاں نے لوہاری میں جو مکان تعمیر کرایا تھا اپنے انتقال سے پہلے اس کو انہوں نے ہماری والدہ کو ہبہ کر دیا تھا، چنانچہ پاکستان آنے سے پہلے ہم لوگوں کا سارا عرصہ اسی مکان میں گزرا، بعد میں والدین بھی پاکستان میرے پاس آ گئے تھے، یہیں ان کا انتقال ہوا۔ آخر میں مولانا عبد القیوم خان صاحب جب مستقل رہنے کے لئے پاکستان آئے تو انہوں نے اس کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ماموں محمد یحییٰ خان کی اولاد میں تقسیم کر دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفتاح العلوم جلال آباد میں : بدھ کا دن اور صفر کے مہینے کی بیس تاریخ تھی جب ہمارے استاد منشی بندے حسن صاحب (جن سے ہم نے فارسی اور پرائمری کی تعلیم حاصل کی) ہمیں جلال آباد داخل کرانے کے لئے لے گئے۔ وہاں مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدرسے کے صدر مدرس تھے جنہیں ''بڑے مولوی صاحب'' کہتے تھے۔ایک اور مولوی عابد حسین صاحب تھے جنہیں ''چھوٹے مولوی صاحب'' کہتے تھے۔ تھانہ بھون کے حافظ منفعت صاحب وہاں حفظ کے درجے میں پڑھاتے تھے۔ جب ہم جلال آباد میں داخل ہوئے تو وہاں چند لڑکے ''میزان'' اور ''گلستان'' کے اسباق کے علاوہ ''چھوٹے مولوی صاحب'' کے پاس اردو کا املاء وغیرہ لکھا کرتے تھے، ہم چونکہ فارسی پڑھ کر آئے تھے تو ''گلستان'' اور اردو کے املاء کی ضرورت تو نہیں تھی۔لیکن ہم ان لڑکوں کے ساتھ بھی ان اسباق میں شامل ہوجاتے۔ جب ہم اور ہمارے ساتھی محمد اسمٰعیل خان صاحب (جنہوں نے پرائمری اور فارسی ہمارے ساتھ پڑھی تھی) داخل ہوئے تو ''میزان'' کے لڑکوں کا سبق ''اسم ظرف'' تک پہنچ گیا تھا اور دو سبق: ایک اسمِ آلہ بنانے کا قاعدہ اور ایک اسمِ تفضیل بنانے کا قاعدہ باقی تھے، ہم ان کے ساتھ بھی شامل ہوئے اور شروع سے علیحدہ بھی ''میزان'' کا سبق ہمیں پڑھایا گیا، چند دن میں ہم نے وہ پورا کردیا پھر اس کے بعد ''منشعب'' پڑھی پھر ''نحو میر'' اور ''پنج گنج'' پڑھیں۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی تشریف آوری: ہم لوگ ''پنج گنج''، ''نحو میر'' پڑھ رہے تھے تو ایک مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں حضرت الاستاد جناب مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے ہمراہ کچھ دوسرے حضرات بھی تھے۔خواجہ صاحب کا انداز بڑا دلکش تھا، مدرسہ کے صحن میں کھڑے ہوئے اشعار پڑھتے رہے اور سننے والے سر دھنتے رہے۔سرخ اور سفید رنگت، اجلا سفید لباس، ولایت اور تقدس کی نمایاں جھلک .... ایک سماں بندھ گیا تھا، ہم لوگ درس گاہ سے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے کہ آہستہ آہستہ ٹھہرتے ٹھہرتے درس گاہ میں تشریف لے آئے، اور فرمایا: آپ لوگ کیا پڑھتے ہیں، بتایا گیا کہ ''نحو میر'' اور ''پنج گنج'' تو فرمایا کہ ''قاتل'' کون سا صیغہ ہے، لڑکوں نے فوراً بتایا کہ اسم فاعل ہے، فرمایا اور کیا ہوسکتا ہے؟...... اس کا جواب صرف محمد اسماعیل خان نے دیا کہ یہ ''باب مفاعلہ'' سے امر حاضر معروف کا واحد مذکر حاضر بھی ہوسکتا ہے، بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی رائے: ہمارا سالانہ امتحان ''میزان''، ''منشعب''، ''نحو میر'' اور ''پنج گنج'' کا ہوا، امتحان لینے کے لئے سہارنپور سے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب تشریف لائے۔ امتحان میں ایک مولوی رفیق احمد صاحب کے لئے اور ایک میرے لئے مولانا اسعد اللہ صاحب نے بہت اچھی امید و توقع کا اظہار کیا، شاید معائنہ کی کتاب میں لکھا بھی کہ سیکون لھما شان (یعنی ان دونوں کی مستقبل میں ایک شان ہوگی) معلوم نہیں یہ مولانا کا کشف تھا یا ان کی دعا تھی کہ پوری جماعت میں (جس کی تعداد تقریباً دس بارہ کے قریب تھی) یہی دو طالب علم کامیاب ہوئے۔ بلکہ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کے بعد ہندوستان کے پورے طول وعرض میں مولوی رفیق احمد صاحب ہی ''علامہ رفیق'' کے لقب سے مشہور ہوئے، دارالعلوم دیوبند کی تقسیم سے پہلے ان کو وہاں شیخ الحدیث کے منصب کے لئے دعوت دی گئی جس کو مفتاح العلوم جلال آباد کا شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے انہوں نے قبول نہیں کیا پھر مفتاح العلوم سے فارغ ہونے کے بعد وہ دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث رہے، اس کے بعد وہ مظاہر علوم سہارنپور وقف کے شیخ الحدیث رہے اور اسی زمانے میں ان کے دماغ کی رگ پھٹ جانے (برین ہیمرج) کے سبب انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ بقیہ طلبا میں سے تقریباً کسی نے بھی درس نظامی مکمل نہیں کیا، کئی طلباء تو جلال آباد میں صرف ''شرح جامی''، ''شرح وقایہ''، ''نورالأنوار'' اور ''قطبی'' تک پڑھ سکے، اگرچہ ان کو آیا کچھ نہیں اور بعض نے تو اس کو بھی پورا نہیں کیا اور بعض سہارنپور گئے تھے لیکن وہاں سے نامکمل چھوڑ کر چلے گئے اور اگر دیوبند گئے تھے تو وہاں انہوں نے تعلیم ترک کر دی۔

کچھ ''مفتاح العلوم'' کے بارے میں: جلال آباد کا مدرسہ ''مفتاح العلوم'' وہاں کے خوانین کا قائم کیا ہوا تھا، ایک زمانے میں یہ مدرسہ ''مُنّی والی مسجد'' میں ہوتا تھا۔ مفتی اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ جن کا نسائی کا حاشیہ مطبوعہ متداول ہے، مدرس تھے، اور مولانا محمد یحییٰ صاحب (متبنیٰ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی) نے بھی اس مدرسے میں پڑھا تھا، بعد میں یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور صرف حفظ کی تعلیم رہ گئی تھی، حافظ محمد صدیق خان صاحب حفظ کرایا کرتے تھے۔ پھر کافی عرصہ گزرنے کے بعد مدرسہ کے لئے علیحدہ جگہ تجویز ہوئی۔ مولوی حمید حسن صاحب دیوبندیؒ ''مفتاح العلوم'' میں مدرس ہوئے، ان کے بعد پھر مولوی عمر احمد عثمانی (مولانا ظفر عثمانی صاحب کے بیٹے) مدرس ہوئے، مولوی حمید حسن صاحبؒ دیوبندی کچھ زیادہ عرصہ اور عمر احمد چند دن رہے، اول الذکر جلال آباد سے ریاست مالیر کوٹلہ منتقل ہو گئے اور عمر احمد دلی چلے گئے اور وہیں انکار حدیث کے فتنے کا شکار ہوئے، اعاذ نا اللہ من الفتن کلھا۔ پھر مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدرس ہوئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا مہینے کے ختم پر قلعہ میں (یہ جلال آباد میں شمال مغربی حصہ میں ایک پرشکوہ قلعہ ہے، جس میں دو تین خاندان آباد ہیں)، ارشاد علی خان کے پاس جایا کرتے اور وہاں سے تنخواہیں لے کر آیا کرتے تھے اور مہینے کا حساب ان کو دکھاتے۔ انہیں خوانین کے لڑکے مولانا کے پاس پڑھتے تھے، جو بدشوق بھی تھے اور بدلحاظ بھی، ان کی حرکتوں پر مولانا صبر اور برداشت سے کام لیتے، ہم لوگ جب جلال آباد میں داخل ہوئے تو یہ طلباء اپنی تعلیم چھوڑ کر جا چکے تھے اور کچھ اور لڑکے جلال آباد کے وہاں موجود تھے جو ہمارے ہم سبق بنے وہ بھی بدشوق تھے، لیکن بدلحاظ نہیں تھے۔ تھوڑے تھوڑے دن رہ کر ان لوگوں نے بھی اپنی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔ پہلے سال کے اختتام پر جن کتابوں کا سالانہ امتحان ہوا ان میں ''میزان''، ''منشعب''، ''پنج گنج'' اور ''نحو میر'' شامل تھیں۔

(جاری ہے.........)

© rasailojaraid.com